ایسی نسلیں پیچھے چھوڑ کر جائیں جو متقی ہوں اور متقیوں کا امام بننے کا ہی مزہ ہے۔ ورنہ تو امامت کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 14 / مارچ 1997ء بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝٧٣ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝٧٤ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝٧٥ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝٧٦ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝٧٧ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝٧٨ (الفرقان: 73 تا 78)

پھر فرمایا:

گزشتہ خطبے میں انہی آیات کی تلاوت کی تھی جن میں سے بعض میں نے اب پڑھی ہیں اور کچھ پہلے اس سے آیات کی تلاوت کی تھی جن کے متعلق میں جو کہنا چاہتا تھا گزشتہ خطبے میں کہہ چکا ہوں اب ابتداء کی جو دو آیات ہیں یہ پہلے بھی پڑھی تھیں اور ان کا ترجمہ بھی غالباً آپ کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے اور یہیں سے میں اس مضمون کو اٹھا رہا ہوں اگر چہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے مگر آئندہ جو

بات بیان ہونی ہے اس کا پہلے سے تعلق جوڑنے کے لئے کچھ آخری دو آیات کے ساتھ دوبارہ مضمون کو باندھنا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وہ لوگ جو رحمٰن خدا کے بندے ہیں ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ جھوٹ کا منہ تک نہیں دیکھتے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور لغو چیزوں سے ان کا اجتناب دراصل اسی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ لغو جھوٹ ہوتا ہے۔ پس تمام لہو ولعب، جتنی بھی لغو باتیں ہیں بنیادی طور پر چونکہ وہ جھوٹ ہیں اس لئے جھوٹ سے اجتناب کے نتیجے میں لغو سے ان کی دلچسپی ازخود کم ہونے لگتی ہے جب کہ دوسروں کی زندگی کا مقصد لغو چیزیں ہیں وہ سرسری نظر سے ان کو دیکھتے ہیں اور کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اب یہ جو بیان ہے بہت ہی عظیم بیان ہے کہ جب وہ دلچسپی نہیں لیتے تو حقارت کی نظر سے بھی نہیں دیکھتے، ان لوگوں پر اپنی کوئی برتری بھی نہیں ثابت کرتے، عزت اور بے نیازی کے ساتھ گزر جاتے ہیں یعنی کئی لوگ بعض دفعہ بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں، کوئی فضول باتیں اور کر رہے ہیں کہیں جؤا اچل رہا ہے، مومن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر جگہ کھڑا ہو اور ان سے جھگڑا شروع کر دے اور کہے دیکھو میں تو نہیں کرتا تم ایسا کرتے ہو۔ ان کے جو گزرنے کی طرز ہے وہی پیغام دے دیتی ہے۔ ان کے اندر عزت اور احترام کا ایک مقام ہے جس کو وہ اپنی چال سے ظاہر کرتے ہیں، سرسری نظر ڈالتے ہوئے اس طرح گزرتے ہیں جیسے ان کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹ سے نفرت کے نتیجے میں ازخود اس قسم کی صفات ظاہر کرنے لگتے ہیں ان دونوں چیزوں کا بہت گہرا تعلق ہے۔ جتنا جھوٹ سے تعلق ہوگا اتنا لغو سے تعلق ہوگا۔ جتنا جھوٹ سے بے نیازی ہوگی اتنا لغو سے بے نیازی ہوتی چلی جائے گی اور جب ایک چیز سے بے نیازی ہو تو انسانی فطرت مر تو نہیں جایا کرتی اس کی ضرورت تو اپنی جگہ باقی رہتی ہے۔ انسانی فطرت اس خلاء کو بھرنا چاہتی ہے جو ہر انسان کے دل میں ہے کہ میں کچھ حاصل کروں، تسکین قلب کا سامان ہو۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ان کی توجہ لغو سے ہٹتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی طرف ہوتی ہے محض خالی نہیں ہو جاتے بلکہ بہتر چیز اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ اس لئے جب آیات ان پر پڑھی جائیں تو ان کی آنکھیں چمک اٹھتی ہیں، وہ

اندھوں اور بہروں کی طرح آیات سے سلوک نہیں کرتے۔

پس ایک طرف وہ ہیں جن کے دل جھوٹ سے باندھے گئے ہیں جب آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں ان کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں ان کے کان بہرے ہو جاتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو اپنی آنکھیں اور اپنے کانوں کو لغویات سے پھیر لیتے ہیں ان میں دلچسپی کوئی نہیں رہتی۔ مگر کچھ تو سننا ہے کچھ تو دلچسپی کے سامان کرنے ہیں جہاں ذکر الٰہی چلے وہاں ان کی آنکھیں چمک اٹھتی ہیں ان کے کانوں میں توجہ پیدا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں اچھا! کیا کہا تھا آپ نے، ہمیں بھی سنائیں یہ بات۔ تو دلچسپیاں رخ بدلتی ہیں، دلچسپیاں مٹ نہیں جایا کرتیں اور پھر یہ اتنی بڑھ جاتی ہیں نیکیوں میں دلچسپیاں لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الفرقان: 69) جیسا پہلے ذکر کیا گیا ہے اسی مضمون کو خدا آگے بڑھا دیتا ہے کہ وہ کلیۃً خدا کے ہو جاتے ہیں ہر خواہش اس سے طلب کرتے ہیں، ہر لذت اسی سے چاہتے ہیں یہاں تک کہ اپنے دنیاوی تعلقات کی لذتیں جو عام لوگوں کو براہ راست ملتی ہیں وہ خدا کے حوالے سے لیتے ہیں، یہ عبادت کا ایک عظیم مقام ہے۔

تو کہتے ہیں وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں میں یا اپنے خاوندوں میں اور اپنی اولادیں میں وہ لذتیں عطا کر کہ ہم ان کے غیر سے بے نیاز ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنی بیوی کے منہ میں اس وجہ سے لقمہ ڈالتے ہو کہ اللہ کو پسند ہے تو لقمہ ڈالنے کا مزہ تو ویسے بھی آنا تھا مگر اب دوہرا مزہ آئے گا۔ ایک محبوب نہیں دو محبوب جیت لو گے اور جو محبوب حقیقی ہے وہ بھی ساتھ جیتا جائے اور روزمرہ کی زندگی کی ایک طبعی خواہش بھی پوری ہو جائے اس سے بہتر اور کیا سودا ہو سکتا ہے۔ تو ایک مضمون اس میں یہ ہے کہ اپنی ازواج سے اور اپنی اولاد سے وہ طبعی لذتیں جو حاصل کرتے ہیں وہ اللہ کے حوالے سے حاصل کرتے ہیں اور اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اے اللہ! ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ اب یہ آیت آج کل کے زمانے میں بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ عائلی مسائل کی خرابیاں اور بہت سی باتوں میں اپنی اولاد کی تربیت سے بے اعتنائی اس آیت کے مضمون سے غفلت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ پس اس دعا سے پہلے جو تیاری ہے وہ ضروری ہے

اگر بغیر اس تیاری کے اس دعا میں داخل ہوں گے تو یہ دعا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھے گی۔ پہلے جھوٹ سے نفرت، غیر اللہ سے نظریں پھیرنا اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کرنا، یہ جب چیزیں پیدا ہوں تو پھر دل سے یہ دعا نکلے گی تو اور زیادہ گہرے معنے لے کر اٹھے گی۔ هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ ہمیں اپنی بیویوں یا اپنے خاوندوں اور اپنی اولاد سے وہ آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب کر جس کے نتیجے میں نیک اولادیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ دو مضمون ایک دوسرے سے اس طرح باندھے جاتے ہیں کہ آنکھوں کی ٹھنڈک کی تفصیل بیان فرما دی۔ ہمیں اپنی بیویوں سے یا اپنے خاوندوں سے یا اولاد سے مل کر بیٹھنے میں جو خوشیاں محسوس ہوتی ہیں وہ نہ ہوں جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اولاد نیک ہوگی جب تک یہ نہ یقین ہو جائے کہ یہ متقی پیدا ہو رہے ہوں اس وقت تک ہمیں ان کے ساتھ بیٹھنے، تعلقات میں کوئی مزہ ہی نہ آئے یہ وہ دعا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ مانگی ہے اور اسی طریق پہ مانگی ہے۔

یہ ہو میں دیکھ لُوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا (درثمین اردو:48)

یہ بارہا میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں لیکن اتنی اہم بات ہے کہ جتنی دفعہ بھی بیان کی جائے یہ پرانی نہیں ہوسکتی یہ تمنا، مرتے وقت کی آخری تمنا ہو کہ میں اپنی اولاد کا تقویٰ دیکھ جاؤں بہت عظیم بات ہے اور یہی دعا ہے جو یہ بیان فرما رہی ہے کہ وہ اللہ کے حضور یہ مانگتے ہیں کہ ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک دے۔ مگر آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد یہ نہیں کہ ملنے جلنے کی دلچسپیوں تک ہی وہ ٹھنڈک رہے، وہ تو ہر کافر کو بھی ملتی ہے بلکہ کافر زیادہ اس کی جستجو کرتا ہے لیکن اس کی تفصیل بیان فرما دی۔ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ایسی نسلیں پیچھے چھوڑ کے جائیں جو متقی ہوں اور متقیوں کا امام بننے کا ہی مزہ ہے ورنہ تو امامت کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر متبع گندے ہوں تو اس امامت کا کیا فائدہ۔ خواہ کروڑوں اربوں بھی ہوں تو جو گندوں کا امام ہے وہ گندوں ہی کا امام رہے گا بلکہ زیادہ گندے ہوں گے تو اور بھی زیادہ بے ہودہ امام بنے گا۔ اس لئے لازم ہے کہ متبعین متقی ہوں اور اولادیں متقی ہوں اور جتنی زیادہ متقی ہوں گی اتنا امامت کا مرتبہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کے حوالے سے جب آپ یہ دعا کرتے ہیں تو ایک نئی ذمہ داری پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہمیشہ یہ دعا کرتے رہے اور آپؐ کی یہ دعا ہمارے حوالے سے قبول ہوئی ہے کہ نہیں، یہ سوال اٹھتا ہے۔ کیا ہم پر بھی آنحضور ﷺ یہ تسکین کی نظر ڈال سکتے ہیں کہ میری دعا ان لوگوں کے حق میں بھی قبول ہوگئی جو میرے چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے اور عجیب سلسلہ ہے مقبولیت کا جو قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور خدا تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے بھی متقی عطا کر رہا ہے یعنی روحانی ذریت متقیوں کے بعد متقی پیدا کرتی چلی جاتی ہے تو اس پہلو سے جو ذمہ داریاں ہیں وہ بڑھ بھی جاتی ہیں ان میں ایک خاص لذت بھی پیدا ہو جاتی ہے یعنی ادائیگی فرض، فرض سمجھ کے بھی ہوتی ہے لیکن ادائیگی فرض میں اگر پیار کا تعلق قائم ہو جائے، انسان کو ذاتی دلچسپی اس کام میں ہو تو پھر وہ فرض محض ایک فرض کی ادائیگی نہیں بلکہ ایک دلی تمنا کا پورا ہونا بن جاتا ہے، اپنی خواہش کو پورا کرنے میں جو مزہ ہے وہ فرض کی ادائیگی میں پیدا ہو جاتا ہے۔

پس دعاؤں کے مضمون کو جتنا آپ گہری نظر سے دیکھیں، پھیلائیں اتنا ہی دعاؤں میں لذت بڑھتی ہے اور اگر دعا میں لذت بڑھ جائے تو دعا مقبول بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک قطعی غیر مبدل حقیقت ہے کہ دعا میں جب تک کوئی لذت نہ ہو اس وقت تک دعا مقبول ہو نہیں سکتی اور لذتیں دو قسم کی ہیں ایک خوشی کی لذت ہے ایک غم کی لذت ہے۔ پس اس پہلو سے یہ خوشی کی لذت ہے جو پیدا کر رہی ہے بہت ہی مزے کا مضمون ہے۔ اچھے خاوند، اچھی بیویاں، ایک دوسرے سے پیار کرنے والی اللہ ان کے ساتھ تعلقات میں پاکیزگی بھی پیدا کرے، وفا بھی پیدا کرے، ان سے دل ٹھنڈے ہوں لیکن دل ٹھنڈے ہونے کا آخری نقطہ معراج یہ ہو کہ انسان اس یقین کے ساتھ جان دے کہ میرے پیچھے نیک اولادیں رہ گئی ہیں اور پھر نئی لذت اس میں اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ ہم نیکوں کی اولاد تھے، نیکوں کی اولاد بننے کے مستحق بھی ٹھہرے کہ نہیں۔ کس باپ کے بیٹے، کس دادا کے پوتے اور پھر جب مضمون آگے بڑھتا ہے تو آنحضرت ﷺ کی آنکھیں بھی ٹھنڈی ہو سکتی ہیں کہ نہیں۔ تو اولاد کی تربیت آپ کرتے ہیں، آپ کے آباؤ اجداد آپ کی تربیت کرتے ہیں خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ پس اس دعا کا تعلق مستقبل سے بھی ہے، ماضی سے بھی ہے اور جتنا گہری سوچ کے ساتھ آپ یہ دعا کریں گے اتنا ہی زیادہ یہ فائدہ بخش بھی ہوگی اور لذتیں بھی عطا کرے گی۔

دوسرا اس سے پہلے گزرا تھا، لغو سے وہ پرہیز کرتے ہیں، اس سے پہلے یہ ذکر گزرا ہے کہ وہ بدکاری نہیں کرتے اور اپنا دامن پاک رکھتے ہیں اس کی حفاظت کے لئے بھی یہ دعا ہے کیونکہ اگر ایک انسان کی توجہ گھر کی طرف ہو اور بیوی کو خاوند سے تسکین قلب ملے، خاوند کو بیوی سے تسکین قلب ملے اور اولاد ایک نعمت کے طور پر اس کے ارد گرد رہے تو ایسے گھر میں بدکاری نہیں پیدا ہوتی۔ آج کل کے زمانے کا علاج اس دعا میں ہے جہاں بھی بدکاری بڑھتی ہے وہاں اس دعا کے منفی اثرات دکھائی دیں تو بڑھتی ہے یعنی اس دعا میں جو خوبیاں بیان فرمائی گئی ہیں ان کا جو برعکس ہے وہ اگر پایا جائے تو لازماً وہاں فحاشی، بدکاری، لغویات پھیل جائیں گی۔ پس آج کل کے زمانے میں جو گھر ٹوٹ رہے ہیں آج کل کے زمانے میں جو لذتوں کے مرکز گھروں سے نکل کر باہر جا چکے ہیں اس کی وجہ اسی دعا کے مضمون کا فقدان ہے۔

یہ تجربہ شدہ حقیقت ہے کہ جو عورتیں اپنے خاوندوں کی وفادار رہتی ہیں، جو خاوند اپنی بیویوں کے وفادار رہتے ہیں، جن بچوں کے ساتھ ان کا تعلق پیار اور محبت کا ایسا رہتا ہے کہ گھر ہی ان کی لذتوں کا مرکز بن جائے یہ ساری قوم کے اخلاق کی حفاظت کا مرکزی نقطہ ہے۔ جہاں گھروں میں یہ تعلقات کم ہو جائیں یا مٹ جائیں وہاں تمام لذتیں گھروں سے باہر نکل جاتی ہیں کیونکہ لذتوں کے بغیر انسان رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ جھوٹ ہے کہ ایسا متقی ہو کہ بالکل نفس مار کے بیٹھ جائے۔ ایسا متقی خشک مولوی بن جائے گا لیکن متقی نہیں بن سکے گا۔ تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یا طمع رکھی ہے یا خوف رکھا ہے۔ سارا قرآن پڑھ لیں اس کے بغیر تقویٰ کا ذکر نہیں ملے گا آپ کو۔ خوف میں بھی ایک ہیجان ہے اور موت کا مضمون خوف میں دکھائی دے نہیں سکتا کیونکہ خوف سے انسان مضطرب ہو جاتا ہے اور موت ساکت و جامد ہونے کا نام ہے اور طمع بھی انسان کو مضطرب کرتی ہے، ایک ہیجان برپا ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کو یہ پتا ہو کہ کوئی فائدہ آپ کو کسی سے ملنے والا ہے تو جتنا وہ وقت قریب آئے گا آپ کا دل اور زیادہ ہیجان پکڑتا چلا جائے گا۔

پس تقویٰ کا تعلق خوف سے اور طمع سے ہے اور قرآن کریم یہی مضمون کھولتا چلا جا رہا ہے تو اس لئے یاد رکھیں کہ گھروں میں اگر انسان کی طمع ہو اور سکون وہاں آ جائے اور یہ خوف رہے کہ ہماری اولادیں ضائع نہ ہو جائیں تو وہ گھر ہی ہمیشہ آپ کی توجہ کا مرکز بنا رہے گا۔ یہاں سے آپ کی توجہ پھر

جائے تو گھر قبرستان ہو جائے گا۔ لوگ گھروں کو لوٹتے ہیں، بڑی ہی تھکی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اور بوجھل دلوں کے ساتھ کہ اچھا یہ رات کاٹنی ہے کاٹو، صبح پھر باہر جائیں گے اور بچے سکولوں سے آ کر گھروں میں کتابیں پھینکتے ہیں کچھ پڑھنا ہے پڑھیں گے اور توجہ یہ ہو کہ بعد میں فلاں ٹولی کے ساتھ باہر نکلیں گے، فلاں کے ساتھ وہاں کھیلوں میں جائیں گے۔ بہر حال اکثر آج کل کی سوسائٹی میں گھر محبتوں کے مرکز نہیں رہے اور جس حد تک یہ گھر محبتوں میں مر گئے ہیں اسی حد تک زندگیاں باہر جا چکی ہیں اور زندگی کی تلاش میں انسان کو باہر نکلنا پڑتا ہے۔ پھر کچھ لوگ ہیں جن کی زندگیاں محض لغویات سے وابستہ ہیں مگر گناہوں سے نہیں۔ تبھی قرآن کریم نے لغویات اور گناہوں میں فرق کر کے دکھایا ہے پہلے فرمایا کہ وہ زنا نہیں کرتے، بدکاریوں میں مبتلا نہیں ہوتے، پاک دامن رہتے ہیں اور پھر اس سے اگلا قدم یہ فرمایا کہ لغو سے بھی پرہیز کرتے ہیں تو یہ ایک سلسلہ ہے۔ ایک قدم ایک طرف اٹھتا ہے تو پھر آگے دوسری طرف اٹھتا ہے اور واپسی بھی اسی طرح شروع ہوتی ہے۔ پس اگر گناہوں سے توبہ کرنی ہو اور سخت محسوس ہو تو کچھ دوسری دلچسپیاں بڑھانی ہوں گی جو لغو کی گندی قسمیں نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ بعض صورتوں میں خود بھی آگے بڑھاتا ہے مثلاً صحت مند کھیلیں ہیں۔ ایک پہلو سے وہ لغو ہیں مگر ایک اور پہلو کے ساتھ وہ صحتمند ہیں، فائدہ مند ہیں اور قرآن کریم نے ان کی طرف توجہ دلائی ہے مختلف پہلوؤں سے۔ تو کھیلوں میں دلچسپی بچوں کی پیدا ہو جائے تو وہ بھی باہر جائیں گے مگر وہ اس قسم کے بچے نہیں ہیں جو گندے تعلقات کی وجہ سے باہر نکلتے ہیں۔

تو اس لئے ماں باپ کو یہ تو نظر رکھنی چاہئے کہ بچے باہر جاتے ہیں تو کہاں جاتے ہیں مگر یہ نظر آج کے زمانے میں رکھی جا نہیں سکتی جب تک ان کے دلوں کی دلچسپیوں پر نظر نہ ہو۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ہر ماں باپ اپنی بچیوں کے ساتھ ان کے سکول جائیں اور وہیں بیٹھے رہیں جو جب اپنے دوستوں کے ساتھ دوسری کھیلوں یا مشاغل میں مصروف ہوں تو ان پر نظر رکھیں، یہ ناممکن ہے۔ تو پھر اس دعا کی تائید میں کیا عمل ہے جو اس دعا کو تقویت دے سکتا ہے وہ میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ہر بچے کی دلچسپی پر نظر رکھیں اور وہ دلچسپی گھروں سے دکھائی دیتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ بچہ گھر میں پہچانا نہ جائے۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا، اس کی ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں دلچسپیاں، اس کی کتابیں خریدنا، اس کی تصویریں بنانا، اپنی دیواروں پہ تصویریں لٹکانا یا کچھ ماٹو بنا کر لکھتے رہنا، یہ

ساری ادائیں ہیں جو اس کے دل کا حال بتا رہی ہیں اور ان تصویروں کو پڑھ کر آپ دل کا حال پڑھ سکتے ہیں اور پھر اگر یہ بچہ باہر نکلے گا تو آپ کو پتا ہے کہ یہ محفوظ ہے یا غیر محفوظ ہے۔ وہ بچے جو گھروں میں محفوظ نہیں وہ باہر بھی محفوظ نہیں ہوا کرتے۔ مگر اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ تحکم کے ذریعے اور خشک نصیحتوں کے ذریعے ان کو ٹھیک کرو۔ ان کا علاج اس آیت میں ہمیں ایک دعا سکھاتی ہے، اسی میں موجود ہے قُرَّةَ اَعۡیُنٍ بنانا ''ذریت'' کو یک طرفہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جس قرۃ العین کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ آنکھوں کی ٹھنڈک یکطرفہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ شرط یہ ہے وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا اب آپ دیکھیں کہ بہت سے ماں باپ ہیں جو اپنے بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک پاتے ہیں خواہ جو مرضی کرتے پھریں۔ وہ جتنے زیادہ فیشن ایبل ہوں گے، جتنا زیادہ لغویات میں مصروف ہوں گے اگر وہ پڑھائی میں اچھے ہوں اور دنیا کمانے کا یقین ہو جائے ماں باپ کو تو ان کی ہر دوسری دلچسپی بھی ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پیدا کرتی ہے خواہ وہ متقی نہ بن رہے ہوں۔ پس قرآن کریم نے جس دلچسپی کا ذکر فرمایا ہے یہ ایسی دلچسپی ہے کہ جس کے نتیجے میں جب تک آپ کو اولاد میں نیکیاں دکھائی نہ دیں قرۃ عین نصیب نہیں ہو سکتی۔

پس ایسا تعلق بچوں سے جوڑیں کہ جو ان کے اندر نیکیاں پیدا کرنے والا ہو اور نیکیوں کے باوجود تعلق آپ سے رہے محض دنیاوی طور پر ان کا کچھ حاصل کرنا آپ کے لئے تسکین کا موجب نہ بنے۔ یہ پیغام ہے جو اس آیت کریمہ میں ملتا ہے۔ اب اپنے گھروں کے تجربوں میں ہر احمدی خاندان اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ ان کے بچے ان کے اندر باوجود ان کے نیک ہونے کے دلچسپی لیتے ہیں کہ نہیں۔ یہ پہچان ہے اس بات کی کہ آیا آپ ایسی اولاد پیچھے چھوڑ رہے ہیں جو متقی بنے اور آپ ان کے امام بنے یا نہیں بعض بچے اس طرح پہچانے جاتے ہیں ماں اگر بے پرواہ ہے دین کے معاملات میں اور باپ نیک ہے اور ماں سے بہت تعلق رکھتے ہیں اور باپ سے گھبراتے ہیں اگر ماں نیک ہے اور باپ بے تعلق ہے دین سے تو بعض بچے ہیں جو باپ کی طرف دوڑتے ہیں اور ماں کی پرواہ نہیں کرتے اور ایسی مائیں بے چاری روتی پیٹتی رہ جاتی ہیں کہ ہائے کیا ہو گیا تجھے، نیکی کی طرف آ، کیا ہو گیا ہے اپنے باپ کی بدیوں کی طرف تو جا رہا ہے، میری نیکیوں کی طرف نہیں آتا اور یہ روزمرہ کی حقیقتیں ہیں۔ آپ میری ایک دن کی ڈاک دیکھ لیں آپ کو سمجھ آجائے گی۔ کثرت سے اس مضمون

کے خط ملتے ہیں۔ کبھی باپ کی طرف سے رونا، کبھی ماں کی طرف سے رونا۔ باپ کہے گا ماں کو دنیا میں دلچسپیاں ہیں، نماز نہیں پڑھتی، فلاں کام نہیں کرتی اور ہماری اولاد جو ہے وہ انہی کی طرف بھاگی جا رہی ہے، میں آتا ہوں اور سر پیٹ کے رہ جاتا ہوں مگر میرے دکھاوے کے لئے کچھ کر لیں گے، میں نے پیٹھ پھیری تو پھر وہی حرکتیں۔ بعض مائیں روتی ہیں کہ باپ بڑا ظالم ہے، دین میں کوئی دلچسپی نہیں، نماز تک نہیں پڑھتا اور میرے بچے باپ کے پیچھے لگ گئے ہیں اور میری کوئی حقیقت ہی نہیں، میں تو پرانے زمانے کی عورت بن کے یہاں رہ گئی ہوں۔ تو یہ وہ چیزیں جن کے نتیجے میں اس دعا کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا، کر کے دیکھ لیں۔ نہ خاوند بیوی کے لئے ٹھنڈک بنے گا، نہ بیوی خاوند کے لئے ٹھنڈک بنے گی۔ نہ اولاد ان ماں باپ کے لئے ٹھنڈک بنے گی، نہ ماں باپ اولاد کے لئے تو اس دعا نے ایک ایسا رشتہ ہمیں سکھایا ہے جو بالکل صاف روزمرہ کی زندگی میں پہچانا جاتا ہے۔

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کی دعا تب پوری ہو سکتی ہے اگر ماں باپ نیک ہوں اور اولاد کو ان کی نیکی کے باوجود ان سے پیار ہو بلکہ نیکی کی وجہ سے پیار ہو۔ جتنا ماں باپ میں نیکی دیکھیں اتنا ہی احترام بڑھتا جائے، اتنا ہی ان سے محبت بڑھتی جائے اگر یہ بات ہو تو پھر آپ یقین کے ساتھ جان دے سکتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کا تقویٰ دیکھ کے مر رہے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو آپ کی زندگی موت بن جائے گی، آپ اپنے بچوں کی آنکھوں میں پڑھ نہیں سکتے کہ آپ نمازیں پڑھتے ہیں تو وہ یوں کر کے دیکھتے ہیں کوئی دلچسپی نہیں، اور جب ان کے ساتھ بیٹھ کر کوئی دلچسپ پروگرام دیکھیں تو کس طرح وہ آپ کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ تو انسان غافل بننا چاہے تو غافل ہو جاتا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پتا نہیں چلا۔ ایسا نظام فطرت خدا نے بنایا ہے کہ ہر انسان اپنا حال پڑھ سکتا ہے، اپنا واقف ہے بہانے خواہ لاکھ تراشے، جانتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔

پس اس دعا پر غیر معمولی اہمیت دینے کی ضرورت ہے اس لئے میں یہاں آ کر ٹھہر گیا ہوں اور یہ میری نیت تھی کہ اس کے ہر پہلو کو آپ کے سامنے کھول کے رکھوں۔ اپنی اولاد کے لئے اگر آپ نے یہ دعا مانگنی ہے، اپنی بیویوں کے لئے دعا مانگنی ہے تو دیکھیں وہ دعا قبول ہو رہی ہے کہ نہیں۔ اگر بیویوں کو آپ کی نیکیوں سے محبت ہو رہی ہے اور نیکیاں بڑھنے کے نتیجے میں وہ اور زیادہ آپ سے پیار کرنے لگی ہیں تو پھر آپ کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ اگر بیویوں کے خاوندوں کو اپنی بیویوں کی نیکیوں

سے محبت ہو اور جتنا وہ زیادہ نیک بنیں اتنا ہی زیادہ ان کے دلوں میں طمانیت پیدا ہوتی چلی جائے، سکون ملتا چلا جائے تو یقین کریں کہ ان کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ اگر اولاد پر بھی یہی بات صادق آئے تو لازماً یہ دعا قبول ہو رہی ہے۔ اس لئے دعا کی قبولیت کے لئے کوئی استخارے کا جواب آنا تو ضروری نہیں، پتا چل جاتا ہے بعض دفعہ دعا اٹھتے اٹھتے بتا جاتی ہے کہ میں قبول ہوگئی ہوں کیونکہ اس وقت دل کا ہیجان، دل کے اندر ایک تموج کی کیفیت، جس گہرے خلوص سے انسان دعا مانگتا ہے دعا بتا کے جاتی ہے کہ میں مقبول ہو کر یہاں سے اٹھ رہی ہوں۔

تو اس دعا کی طرف آج کل کے زمانے میں غیر معمولی توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا کا سکون ہی نہیں اگلی دنیا کا گھر بھی اسی سے وابستہ ہو چکا ہے۔ فرمایا اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں، عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے، بالا خانے دیئے جائیں گے۔ مگر یہ اس لئے ہے کہ الْغُرْفَةَ اگرچہ واحد ہے مراد یہی ہے کہ سب کو اونچا مقام ملے گا اس لئے اس کو ترجمے میں بالا خانے کہہ دیتے ہیں جو بالکل جائز ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ارفع منازل عطا ہوں گی یا بالا مقام عطا ہوگا تو صرف گھروں کی ٹھنڈک اسی طرح وہاں منتقل نہیں ہوگی بلکہ گھروں کی ٹھنڈک میں ایک اونچا مقام ان کو عطا ہوگا، یہ مراد ہے بالا خانوں سے۔ ورنہ یہ تو نہیں کہ جنت میں دو منزلہ مکان ہیں نچلا پبلک کے لئے اور اوپر اپنے پرائیویٹ کمروں کے لئے۔ بالا خانے سے مراد ہے جو نیکیاں وہ اس دنیا میں حاصل کریں گے، جیسا گھر وہ اس دنیا میں اپنے لئے بنائیں گے اس کی بالائی منزل ان کو ملے گی۔ وہ تقویٰ کی محبتیں، وہ نیکیوں کے پیار اور گھر والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک دوسرے سے نیکیوں میں تسکین پانا یہ مرتبہ ان کا بہت بلند ہو جائے گا گویا دنیا میں وہ نیچے رہا کرتے تھے اور اب اونچے مقامات تک پہنچا دیئے گئے ہیں اور پھر وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا اس میں وہ تحائف پائیں گے ایک دوسرے سے اور سلام۔ جہاں محبت اور پیار بڑھ جائے وہاں تحائف کا ضرور تبادلہ ہوتا ہے، ایک قدرتی بات ہے اور نیک تمنائیں بھی بار بار نکلتی ہیں وہ مائیں جو اپنے بچوں سے بہت پیار کرتی ہیں وہ ذرا سی ٹھوکر لگے سلام، اللہ کی حفاظت، اللہ بچائے، اللہ کی حفاظت میں اور آتے جاتے سلام سلام ہو رہا ہوتا ہے تو جنت کا یہ نقشہ کھینچا گیا ہے اسی پیار اور محبت کی وجہ سے جسے دنیا میں قرۃ عین قرار دیا۔

فرمایا تمہاری یہ دعا جب دنیا میں قبول ہوگی تو اسی دعا نے تمہاری جنت اس دنیا میں بنانی ہے اور یادرکھنا اگر یہاں جنت نہیں بنا سکے تو وہاں بھی نہیں ملے گی، وہم ہے محض۔ پس یہاں جنت حاصل کر لینا اور وہ جنت گھر کی جنت ہے، گھر میں تمہارے تعلقات اگر جنت نشان ہو جائیں، اولاد نیک ہو، ماں باپ کے تعلقات آپس میں اچھے، بچوں سے اچھے تو اس کے نتیجے میں پھر وہ غرفے ملیں گے جن کو اللہ تعالیٰ بالائی غرفے کہتا ہے۔ وہ ایسا مقام ہے جہاں یہ ساری لذتیں پہلے سے بہت زیادہ آگے بڑھا دی جائیں گی اور تحائف ایک دوسرے کو دیں گے۔ اب جنت میں تو ہر چیز اپنی مرضی سے ملتی ہی ہے تحفوں کا کیا تعلق ہے وہاں۔ تحفوں کا تعلق یہ ہے کہ وہاں یہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک دوسرے سے چھین چھین کے بھی کھائیں گے۔ تو جہاں سب کچھ بے شمار مل رہا ہو وہاں چھیننے کا کیا موقع، تحفے کی بات تو بعد میں آئے گی اس لئے کہ محبت کے اظہار ہیں صرف یہ۔ ایک انسان کسی پیارے کے ہاتھ سے لقمہ چھین کے بھاگ جائے تو یہ تو نہیں کہ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی، ضرورت پڑی ہوئی تھی وہ اپنے محبت کے اظہار کے لئے کہ مجھے تمہارے ہاتھ کا لقمہ بھی پیارا لگتا ہے اور میں نے لے لیا ہے یہ اور تحائف اس لئے دیئے جاتے ہیں کہ وہ جس کو دیئے جاتے ہیں اس کی ضرورت کا خیال نہیں ہوتا بلکہ اپنی ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ چنانچہ نماز میں جب روزانہ آپ تحیات میں بیٹھ کے کہتے ہیں **التحیات للّٰہ** تو تحیات اللہ کے لئے، اللہ کو ضرورت ہے کوئی تحفوں کی؟ جس نے سب کچھ دیا ہے اس کو آپ کیا تحائف دیں گے۔ آپ اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں اور یہ تحفے کی پہچان ہے جب کسی کی ضرورت کے لئے دیا جاتا ہے تو وہ صدقہ بھی ہو جاتا ہے، خیرات بھی ہو جاتی ہے، بدلہ بھی ہو جاتا ہے، ذمہ داری کی ادائیگی بھی ہے لیکن تحفے کی پہچان اپنے دل سے ملتی ہے۔ آپ کے دل میں یہ ضرورت پیدا ہوئی تھی کہ نہیں کہ جس سے ہمیں محبت ہے اس سے محبت کے اظہار کے لئے اس کو کچھ پیش کریں۔ اگر اس وجہ سے چیز اٹھی ہے تو پھر یہ تحفہ ہے ورنہ تحفہ نہیں کوئی نام اور رکھ دیں۔ تجارت کہیں، صدقہ خیرات کہیں جو بھی کہیں تحفہ نہیں بنے گا۔

تو اللہ کے لئے تحفہ کی شرط یہ ہے **التحیات للّٰہ** کہ دل میں تمنا اٹھا کرے کہ ہم اللہ کو خوش کریں اور دل چاہے کہ کچھ نہ کچھ تو ہم خدا کے حضور پیش کریں تو اس کے لئے پھر طیبات کی تلاش ہو، صلوات کی تلاش ہو کبھی نمازیں پڑھ کے خوش کریں، کبھی خدا کی راہ میں صدقے دے کر خوش کریں،

کبھی چندے بڑھا کے خوش کریں۔ تو یہ توجہ ہوگی تو یہ تحفہ بنے گا ورنہ تحفہ نہیں بنے گا- پس جنت میں تحفوں کا یہ مطلب ہے اور جنت میں سلام کا یہ مطلب ہے۔ اتنا پیار ہوگا آپس میں کہ بے ضرورت جس کو دے رہے ہیں اس کو ضرورت کوئی نہیں آپ کا دل چاہتا ہے آپ دیں اور جب اس طرح کوئی چیز ملے تو اس کی لذت بہت بڑھ جایا کرتی ہے۔

پس جنت کی لذتیں بڑھانے کا ایک مضمون ہے جو بیان کیا جا رہا ہے جو اس دنیا کی لذتیں بھی اسی طرح بڑھاتا ہے۔ جس سوسائٹی میں تحائف چلتے ہیں جو تحفہ دیتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ کمی محسوس کرتا ہے اس کو اپنی طرف سے کمی محسوس کرنی چاہئے اس کی چیز کم ہوئی ہے مگر کرتا نہیں کیونکہ جس چیز کی زیادہ قدر ہے وہ اس معمولی چیز کے بدلے اسے مل جاتی ہے۔ اس کے دل کو محبت کی پیاس ہوتی ہے اصل میں اور تحفہ اگر محبت حاصل نہ کرے تو تحفہ چلتا ہی نہیں گھر سے۔ اسی لئے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جس کو تحفہ دیا جائے اس کو بتایا ضرور جائے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو اخفاء ہے اس کی حکمت اور ہے اگر اللہ تعالیٰ کو بھی پتا نہ چلے تو کوئی بھی انسان نیکی نہیں کر سکتا۔ کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ اپنی چیز کو انسان یونہی پھینک دے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں اخفاء کی اس لئے ضرورت ہے کہ اللہ جانتا ہے اور اگر محبوب کو تحفہ دیا جائے اس طرح کہ اور کسی کو خبر نہ ہو محبوب ہی کو پتا چلے تو اس کی جتنی قیمت اس تحفے کی مل سکتی ہے اتنی کسی اور تحفے کی نہیں مل سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ یہ محبتیں چاہتا ہے آپ سے کہ تحفے پیش کرو تو کبھی اس طرح پیش کیا کرو کہ خدا کے سوا کسی کو پتا ہی نہ چلے اور یہ جو مخفی تحائف ہیں یہ زیادہ اعلیٰ درجے کے تحائف ہیں۔ تو اس دنیا میں یعنی جنت میں جو تحائف چلیں گے وہ نہ صرف دینے والوں کے لئے لذت کے سامان پیدا کریں گے بلکہ لینے والا وہ چیزیں عام ہونے کے باوجود انہی سے مزے اٹھائے گا جو تحفے کے طور پر اس کو پیش ہو رہی ہیں۔ کبھی کھانے کے دوران کئی دفعہ تجربہ ہوتا ہے ایک بچے کو کوئی چیز آپ اپنی پلیٹ سے دیدیں تو اسے سنبھال کے الگ رکھتا ہے۔ کوئی اور اس سے لینے لگے تو کہے گا یہ لو، یہ نہیں میں نے دینی، یہ مجھے فلاں نے دی ہے، تو تحفوں سے کھانا تو وہی رہتا ہے، مزہ بڑھ جاتا ہے۔ پس یہ مزے ہیں جو جنت میں بیان کئے جا رہے ہیں کہ گھروں میں یہ پیدا کرو گے تو وہاں بہت بڑھ کر ملیں گے۔ اگر گھروں میں پیدا نہیں ہوں گے تو وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جن گھروں میں

ہر وقت تو تکار، ایک دوسرے کو گالیاں دی جارہی ہیں، فساد برپا ہیں، ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور کہتا ہے کیا مصیبت دیکھ رہے ہیں ہم۔ بعض دفعہ بعض میاں واقعۃً عورت کو کہتے ہیں واپس آکر گھر میں کہ آج تیرا منحوس منہ دیکھ کر گئے تھے نا باہر، دیکھو کہ یہ ہوا اور اگر عورت بیچاری مار سے نہ ڈرے تو کہہ دیتی ہے کہ تیرا منحوس چہرہ دیکھا تو میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ جن کے آپس کے تعلقات یہ ہو جائیں ان کو نہ ایک دوسرے سے ٹھنڈک، نہ اپنی اولاد سے ٹھنڈک، وہ یہ دعا کیسے کریں گے، یہ سوال ہے۔ حرکتیں یہ ہوں اور دعائیں یہ ہوں۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

لیکن ایک اور بات اس دعا سے تعلق میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کئی گھروں کی اصلاح میں اس دعا نے مجھے بہت کام دیا ہے۔ بعض بیویاں جو بہت ہی تکلیف میں تھیں، شکایت کرتی تھیں کہ ہماری طرف توجہ نہیں ہے، ہم ہر کوشش کر چکی ہیں مگر کوئی پرواہ نہیں۔ ان کو میں نے کہا یہ دعا سنجیدگی کے ساتھ، باقاعدہ لگ کر کرو اور یقین رکھو کہ اس کا سننے والا ہے۔ جو دل تمہارے اختیار میں نہیں وہ خدا کے اختیار میں ہے۔ کر کے دیکھو پھر مجھے بتاؤ۔ ہر دفعہ تو نہیں کیونکہ بعض دفعہ وہ اگلا انسان ہی بدنصیب ہوتا ہے۔ دعا جس کے حق میں ہو اس کے لئے بھی اس کا کچھ استحقاق ہونا ضروری ہے۔ جس شخص کے حق میں دعا کی جائے اگر وہ مستحق نہ ہو تو دعا کرنے والا خواہ کتنا ہی بزرگ اور پہنچا ہوا کیوں نہ ہو اس کے حق میں قبول نہیں ہوتی۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ تمام کفار مکہ، تمام مشرکین، سب دنیا کے لئے دعائیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ کس بے قراری سے کرتے ہیں مگر فرماتا تھا کہ ہدایت اسی کو دوں گا جس کو میں سمجھتا ہوں مستحق ہے۔ دو عمروں میں سے آپ نے ایک مانگا اور حضرت عمرؓ مل گئے اور ابوجہل نہ ملا اس لئے کہ وہ مستحق نہیں تھا۔ پس یہ دعا ہر عورت کی قبول نہیں ہوتی۔ اگر خاوند بدنصیب ہو جائے کہ خدا کی نظر میں گیا گزرا ہے تو پھر بے چاری آخر پہ یہی دعا کر سکتی ہے کہ اے خدا مجھے اس ظالم سے نجات دے اور جنت میں مجھے گھر عطا کر، اس کے سوا چارہ کوئی نہیں۔ مگر بسا اوقات میں نے یہ دیکھا ہے کہ بعض عورتیں بے حد خوشی اور شکریہ کا خط لکھتی ہیں کہ جس طرح آپ نے نسخہ بتایا تھا اسی طرح استعمال کیا ہے پورا دل لگا کر، خدا کو حاضر و ناظر جان کر، اس پر اعتماد کرتے ہوئے، پورا بھروسہ کرتے ہوئے دعا

کی اے خدا اب تیرے سوا چارہ نہیں اور خاوند کا دل بدل گیا اور کایا پلٹ گئی ہے، ہمارے گھر کی تو حالت ہی بدل گئی ہے ہم تو ایک دنیا میں جنت حاصل کر چکے ہیں واقعۃً یہ لکھتے ہیں۔

مگر وہ جن کو یہ دعا نصیب نہ ہو سکے یا جن کی بعض وجوہات کی بناء پر یہ دعا قبول نہ ہو ان کے لئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی دعا سکھائی ہے کہ اے خدا اس ظالم سے مجھے نجات بخش اور اس دنیا میں تو میں گھر نہیں دیکھ سکی، آخرت میں مجھے گھر دے دے۔ تیری محبت کی خاطر میں ایمان لائی ہوں اور یہ نہ ہو کہ دنیا میں بھی بے نصیب رہوں اور آخرت میں بھی بے گھر رہوں۔ تو ان کو بھی پھر جنت میں بالا خانے ضرور ملتے ہیں اور فرعون کی بیوی کی دعا میں تو بڑا ہی درد ہے یہ دعا بھی استعمال کر کے دیکھیں پھر۔ درد کی کیفیت یہ ہے کہ اس پر ایمان لائیں جس کو پالا تھا اور ایک بادشاہ کی بیوی ہوتے ہوئے بادشاہ کا عتاب لے لیا لیکن ایمان نہیں چھوڑا۔ تو ایک گھر قربان ہوا اس کے بدلے خدا بہت بڑا اور بلند تر گھر اس کو عطا کرے گا اور اسی ارادے کے ساتھ خدا نے دعا سکھائی۔

پس خدا جو دعائیں سکھاتا ہے اس میں قبولیت کا ارادہ شامل ہوتا ہے۔ پس اس بات کو یاد رکھیں تو اس دعا کی اور بھی قیمت بڑھ جائے گی جو دعائیں خدا براہ راست سکھاتا ہے کہ یہ دعا کر، یہ دعا کر جب تک عطا کرنے کا ارادہ نہ ہو سکھانے کا کیا مطلب ہے۔ پس اس دعا کے لئے ہر گھر میں مقبولیت کا ایک در کھلا ہوا ہے۔ کوئی گھر بھی نہیں جس کی چھت پر ایک در نہ کھلا ہو جو اس دعا کے ذریعے سے خدا تعالیٰ سے رحمتیں طلب کرنے کے لئے کھولا گیا ہے۔ تو یقین کریں جب خدا سکھا رہا ہے تو دینے کا ارادہ رکھتا ہے، بادشاہ جب کہتے ہیں مانگ جو مانگتا ہے تو جو مانگتا ہے پھر اس کو دیتا ہے جس حد تک دینا ہو لیکن اگر یہ بھی ساتھ سکھائے کہ یہ دے سکتا ہوں میں اور اس طرح مانگ تو پھر کیسے انکار کر سکتا ہے۔

تو یہ وہ دعا ہے جو خدا نے خود آنحضرت ﷺ کے ذریعے ہمیں پہنچائی ہے کہ یہ دعا مانگا کرو تو تمہیں دنیا کی جنت بھی ملے گی آخرت کی جنت بھی ملے گی اور آخری بات اس کے بعد ہے أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا۔ صبر اس میں ضروری ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ بعض دعاؤں میں اگر صبر نہ ہو تو اس صبر کے فقدان کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں کیونکہ ہر چیز کے لئے ایک وقت ہے اور ہر بیماری کی شفا کا بھی ایک وقت ہوا کرتا ہے۔ یہ میں بہت لمبے تجربے سے آپ کو بتاتا ہوں کہ ہر بیماری فوراً ٹھیک ہو نہیں سکتی اس لئے اگر دو دن دوائی کھائیں اور چھوڑ دیں تو ہرگز یہ

نہیں کہہ سکتے کہ اس دوا نے فائدہ نہیں دیا اس میں شفا تھی ہی نہیں۔ کئی ایسے مریض ہیں جو مجھے لکھتے ہیں کہ جی ہم نے اتنے دن کھائی ہے ان کو میں بتاتا ہوں کہ آپ کی بیماری ایسی ہے کہ ایک سال، دو سال کھانی پڑے گی یعنی دوا فوراً اثر نہیں دکھائے گی بعضوں کو میں کہتا ہوں ایک مہینہ کھاؤ پھر بتانا اور اگر میری تشخیص درست ہو تو مہینے والوں کی دوا مہینے کے بعد ضرور اثر دکھاتی ہے پھر وہ لکھتے ہیں ہاں اچانک ہم ٹھیک ہو گئے، اور سالوں والی دعا سالوں میں اثر دکھا دیتی ہے۔

بعض عورتیں بچے کی خواہش لے کر آتی ہیں دعا کے لئے بھی اور دوا کے لئے بھی تو دوا جب میں دیتا ہوں تو بعض کہتی ہیں جی دو مہینے ہو گئے ہیں ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ دو مہینے کی بات نہیں ہے بعض دفعہ یہ دوا دو سال، تین سال بھی کھانی پڑتی ہے مگر کھاتی چلی جائیں کیونکہ ہر بیماری کی تبدیلی کے اندر اس کا وقت لکھا ہوا ہوتا ہے یعنی جو چیزیں آہستہ آہستہ آ کر خلیوں میں بیٹھ جائیں، جسم کی بناوٹ کو تبدیل کر دیں، رحم کے اوپر کچھ ایسی پپڑیاں جم جائیں جو اس کے بچے کے پیدا ہونے کے رستے میں ایک دیوار بن کر حائل ہوں تو کوئی تیزاب ڈال کے تو نہیں آپ گھول سکتے ان پپڑیوں کو۔ آہستہ آہستہ جسم میں ایک ردعمل پیدا ہوتا ہے، صحت مند خون چلتا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ دور ہونے لگ جاتی ہیں۔ تو جب دنیا کی بیماریوں کا یہ حال ہے تو اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ بعض لوگ فوراً شفا پا نہیں سکتے مگر جو صبر نہیں رکھتا نہ وہ دنیا کی بیماریوں سے شفا پا سکتا ہے، نہ روحانی بیماریوں سے شفا پا سکتا ہے تو ایسا کامل نسخہ ہے قرآن کریم کہ اس کے ہر نسخے کے اندر ہر احتیاط کا پہلو ہر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کوئی پہلو نہیں چھوڑا گیا۔

تو یہ دعا سکھا کر کہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر ہمیں اور اولاد کی طرف سے بھی ہم ٹھنڈ پائیں ایک دوسرے سے بھی ٹھنڈ پائیں، فرمایا، تمہیں بالا خانے تو ملیں گے مگر اس وجہ سے ملیں گے بِمَا صَبَرُوْا۔ یعنی ان لوگوں کو، ان دعا کرنے والوں کو جو جزا ملے گی اس لئے کہ اس دعا کے ساتھ صبر بھی شامل تھا اور صبر میں دو مضمون ہیں ایک یہ کہ دعا کے ساتھ ایک دکھ کی لذت بھی شامل تھی یعنی خشک مونہہ سے دعائیں نہیں کیا کرتے تھے۔ صبر کے ساتھ دکھ کا ایک لازمی تعلق ہے ورنہ صبر کا معنیٰ ہی کوئی نہیں اگر ویسے آرام کی زندگی ہے تو اسے صبر کون کہہ سکتا ہے تو فرمایا ان کو جو جزا ملے گی اس لئے کہ ان کی دعاؤں میں ایک دکھ تھا اور صبر کرتے تھے دو باتوں میں۔ ایک تو یہ کہ ہم پر توکل میں صبر

کرتے تھے اور آئے دن یہ نہیں کہتے تھے کہ لو جی ہماری تو دعا قبول نہیں ہوئی اور دوسرے یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ تبدیلی کر سکتا ہے اس لئے تبدیلی نہ بھی نظر آئے تو ایمان نہیں جاتا تھا ان کا اور صبر کر کے وہ دعا کرتے چلے جاتے تھے۔

حضرت زکریاؑ کی دعا دیکھو کتنی عظیم الشان ہے۔ وہ کہتے ہیں دعائیں کرتے کرتے میں بوڑھا ہو گیا ہوں، ہڈیاں گل گئیں، سر بڑھاپے سے آگ کی طرح بھڑک اٹھا ہے، سفید ہو گیا ہے وَّلَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا (مریم:5) اے خدا آج تک میں وہ بد بخت نہیں جو تیری دعا سے مایوس ہو جاؤں کبھی مایوس نہیں ہوا۔ یہ ہے صبر جو بعض دفعہ اتنا لمبا کھینچا جاتا ہے جس طرح حضرت زکریاؑ کا ذکر ہے مگر روزمرہ کی زندگی میں اتنے لمبے امتحان خدا نہیں لیا کرتا۔ انبیاءؑ کے مناصب بلند ہیں، ان کے امتحان بھی بڑے کڑے ہوا کرتے ہیں اور بعض دفعہ لمبے چل جاتے ہیں مگر نیا نیا خدا کا مہمان بن رہا ہو اس کے ساتھ خدا اتنے لمبے معاملے نہیں کیا کرتا۔ شروع شروع میں دعائیں جلدی قبول ہوتی ہیں پھر جب انسان آگے ترقی کرے تو پھر پورا صبر کے مضمون میں داخل ہو جاتا ہے۔

تو یہ دعا بہت ہی اہم ہے کیونکہ اس کے بغیر ہمارا معاشرہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور اس کے بغیر عبادت کا لطف بھی نہیں آ سکتا۔ عبادت کا لطف اس ماحول میں ہی ہے جو ماحول یہاں بیان فرمایا گیا ہے۔ نیک ماحول ہے ایک دوسرے کی نیکیاں اچھی لگتی ہیں ایک دوسرے کی نیکیاں دیکھنے کو دل چاہتا ہے، ان نیکیوں کے لئے دعائیں کرتے وقت گزرتا ہے پھر جب وہ عطا ہوتی ہیں تو جتنا نیک ہو کوئی ساتھی اتنا زیادہ اس سے پیار بڑھ جاتا ہے اتنی ہی زیادہ اس کی دل میں قدر بڑھتی چلی جاتی ہے۔ فرمایا خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا یہ وہ حالت ہے جو ہمیشہ کی ہے اتفاقی آئی گئی حالت کا نام نہیں ہے۔ یہ حالت تو آکر ٹھہر جانے والی ہے اور صبر کے ساتھ اس مضمون کا گہرا تعلق ہے۔ صبر کا مطلب ہے جتنا لمبا چاہے اللہ آزمائے، ہٹنا نہیں اور جب انسان استقامت دکھا دے، صبر دکھا دے تو خدا کیسے اس کی جزا کو عارضی بنا سکتا ہے۔ پس دائمی جزا کا صبر سے ایک گہرا تعلق ہے۔

فرمایا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا کیا ہی عمدہ، کیا ہی خوب صورت عارضی ٹھکانہ اور کیا ہی خوب صورت مستقل ٹھکانہ ہے۔ اس سے پہلے بھی اسی طرح ٹھکانے کا ذکر گزرا ہے۔ سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا (الفرقان:68) کہ وہ لوگ جو اس مضمون کو

نہیں سمجھتے اور اپنے گھر کو خود برباد کر لیتے ہیں ان کے لئے تو وہ گھر بھی خواہ وہ عارضی ہو وہ بھی مصیبت ہے، مستقل ہو تو اور بھی مصیبت اور جہنم میں بھی یعنی دوسری دنیا میں بھی ان سے پھر یہی سلوک ہوگا جو ان کو دوسری دنیا کا گھر نصیب ہوگا۔ سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔ اس سے تو ایک لمحہ بھر کے لئے گزرنا ہی بڑی مصیبت ہے، کہاں یہ کہ آپ وہاں مستقل ڈیرہ ڈال کے بیٹھ رہیں۔ تو اس کے مقابل پر یہ جزا بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک گھر تم وہ بھی بنا سکتے ہو جو تم جہنم میں بنا رہے ہو اس دنیا میں بیٹھے یہاں بھی مارے گئے وہاں بھی مارے گئے اور ایک گھر اس کے مقابل پر جنت میں بنانے کا یہ طریق ہے اگر اس کو اختیار کرو گے تو یہاں بھی کامیاب ہو گے اور وہاں بھی کامیاب ہو گے اور دونوں جگہ کی جنتیں نصیب ہوں گی۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا تو کہہ دے کہ میرا رب تمہاری کچھ بھی پرواہ نہ کرتا لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اگر تمہاری دعا نہ ہو۔ یہ کیا وجہ ہے کیا اللہ تعالیٰ بندوں سے ایسا بے نیاز ہے جو مرضی برباد ہوتے پھریں ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ میں بندے کی بے اعتنائی کا ذکر ہے اصل میں، جب تم میرا پوچھتے ہی نہیں میرے پاس آنے کی تمنا ہی پیدا نہیں ہوتی تو پھر تمہارے دل سے دعا اٹھ ہی نہیں سکتی۔ پس دعا سے مراد یہ نہیں کہ اللہ کو بلوانے کا شوق ہے۔ مراد یہ ہے کہ تمہارے دل میں میری اتنی بھی محبت نہیں کہ کبھی مجھے پکارو، کبھی مجھے بلاؤ تو پھر میں بھی گرا پڑا نہیں ہوں۔ اگر تم مستغنی ہو تو میں تم سے بڑھ کر مستغنی ہوں، اگر تم دعا نہیں کرتے، میری طرف توجہ ہی کوئی نہیں اور یہ سارا مضمون وہی دعا کا ہے۔ دعاؤں کے ذریعے تم دنیا کی جنتیں اور آخرت کی جنتیں حاصل کرنے کی تمنا ہی نہیں رکھتے، کوشش ہی نہیں کرتے تو پھر كَذَّبْتُمْ تم جھٹلا بیٹھے ہو۔

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا اس دعا کو جھٹلانے کی جو وبا ہے یا دعا کو جھٹلانے کی جو بلاء ہے وہ تم سے چمٹ جائے گی، تمہیں چھوڑے گی نہیں کیونکہ خدا کے سوا دنیا میں کوئی سہارا ہی نہیں ہے۔ پھر ہر مصیبت، ہر بلاء تمہارا دائمی حصہ بن جائے گی۔ پس اس سے پہلے دیکھیں فرمایا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اب جو بدی ہے اس کے مقابل کی اس کو بھی مستقل کر کے دکھا رہا ہے اللہ تعالیٰ۔ خٰلِدِيْنَ کے مقابل پر یہ ہے فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا تم نے جب دعا کو جھٹلا

ہی دیا ہے تو جو بدیاں دعا کے بغیر تم سے چمٹنے والی ہیں وہ پھر مستقل چمٹی رہیں گی ، وہ چھوڑیں گی ہی نہیں تمہیں تو یا اس طرف کا دوام حاصل کرلو یا اس طرف کا دوام حاصل کرلو، یا ادھر کی ہمیشگی لے لو یا ادھر کی ہمیشگی لے لو یہ دو ہی رستے ہیں تمہارے لئے جس کو چاہے اختیار کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دعا کے متعلق اپنے ایک کشف کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں اور یہ بہت ہی اہم کشف ہے جسے ہمیں پیش نظر رکھنا چاہئے۔فرماتے ہیں:

> ’’انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادتِ الٰہی ہے لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کر کے بیکار کر لیتا ہے‘‘۔

فرمایا فطرت میں خدا کی طرف جھکنا ہے اور اگر نہیں جھکو گے اور دنیا کی لذتوں کی طرف منہ رکھو گے تو پھر تم اس کے عبد بن نہیں سکتے اور جب تم اس کے عبد نہیں بن سکو گے تو پھر اس کو تمہاری کیا پرواہ ہے۔اس مضمون کے لئے جو دوسری آیات میں نے چنی ہیں وہ آج تو خطبے کا وقت ختم ہو رہا ہے پھر انشاءاللہ وقت ملے گا تو آپ کو سناؤں گا۔یہاں کشف سن لیجئے۔

فرماتے ہیں کہ: ’’**میں نے ایک بار پہلے بھی بیان کیا تھا کہ میں نے ایک رؤیا میں**‘‘۔یہ رؤیا ہے، کشف ان معنوں میں نہیں جو عام طور پر معروف ہیں،فرمایا: ’’میں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں کھڑا ہوں شرقاً غرباً اس میں ایک بڑی نالی چلی گئی ہے۔اس نالی پر بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک قصاب کے جو ہر ایک بھیڑ پر مسلط ہے ہاتھ میں چھری ہے۔ایک ایک بھیڑ پر ایک ایک قصاب الگ الگ مقرر ہے۔جو انہوں نے ان کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف منہ کیا ہوا ہے میں ان کے پاس ٹہل رہا ہوں میں نے یہ نظارہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ آسمانی حکم کے منتظر ہیں تو میں نے یہ آیت پڑھی۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ یہ سنتے ہی ان قصابوں نے فی الفور چھریاں چلا دیں اور یہ کہا یہی کہ تم ہو کیا آخر گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو‘‘۔(ملفوظات جلد اول صفحہ:118)

اب یہ جو رویا کا نظارہ ہے بہت ہی گہرا اور بہت ہی لطیف تفسیر ہے اس آیت کریمہ کی۔ بھیڑیں گوہ پر منہ مارنے میں مشہور ہیں۔بکریاں بھی ہر طرف مونہہ مارتی ہیں مگر بھیڑیں خاص طور پر گندگی کھانے میں ایک خاص شہرت حاصل کر چکی ہیں تو مضمون جو بیان ہوا ہے اس آیت سے پہلے وہ

یہی تو ہے کہ یا ادھر کا منہ رکھو گے یا ادھر کا منہ۔ یا اس طرف دلچسپیاں لو گے یا اس طرف دلچسپیاں لو گے۔ اگر تمہاری دلچسپیوں کا رخ غیر اللہ کی طرف ہی رہے گا تو تم پھر عبادت نہیں کر سکتے اور جب اللہ کے عبد نہیں رہو گے تو خدا کو پھر تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ پھر آسمان سے کسی وقت بھی تمہاری ہلاکت کا حکم نازل ہوسکتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر وقت پکڑے جاؤ۔

پس اس آیت میں جہاں تنبیہہ ہے اور ایک خوفناک نظارہ ہے وہاں بخشش کے لئے اور توبہ کے لئے گنجائش بھی کھلی رکھی ہے۔ کوئی تقدیر کا فرشتہ آپ کی گردن پر چھری نہیں پھیرے گا جب تک آسمان سے یہ آواز نہ اترے کہ ہاں اس کا وقت آ گیا ہے۔ پس اس وقت سے پہلے پہلے پھر جاؤ اور خدا کی طرف توجہ کر کے دنیا کی ہلاکتوں سے بچنے کی کوشش کرو پھر دعا زیادہ زور اور شدت کے ساتھ اٹھے گی کیونکہ خطرے کی دعا ہے، مضطر کی دعا بن جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ کو نئی زندگی عطا ہوسکتی ہے جس میں عبادت میں لذت پیدا ہو جائے گی اور اور بھی بہت سے فوائد، جو اس دنیا کے بھی ہیں آخری دنیا کے بھی ہیں، وہ اسی دعا سے وابستہ ہو جائیں گے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھ کے سنائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین